شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

مدیر اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابع

بانی: حضرت اقدس مولانا
شاہ سعید احمد رائے پوریؒ
قدّس اللّٰہُ سِرَّہُ السّعید
مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

مئی 2013ء / جمادی الاخریٰ، رجب 1434ھ – جلد نمبر 5، شمارہ نمبر 5 – قیمت فی شمارہ: مبلغ 20 روپے – سالانہ ممبرشپ: مبلغ 200 روپے – تین سالہ ممبرشپ: مبلغ 500 روپے

مجلس ادارت
سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

درسِ قرآن
درسِ حدیث
خطبات و بیانات
دینی مسائل

اداریہ
خوابوں کے سوداگر اور مزدور و عوام کی حالت زار
تعزیتی تأثرات
حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرۂ السعید کے وِصال پر تعزیتی مکتوبات وتأثرات

ارشادِ گرامی حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ

مسند نشینِ ثانی
خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

فرمایا: ''دنیا میں ہر شخص کی طبیعت کے مطابق محبت مختلف صورتیں اختیار کرتی ہے۔... کسی کو کسی سے عام عشق ہو جائے تو وہ مال و جاہ کو بالائے طاق رکھ کر محبوب کے وِصال کے لیے جان تک کی بازی لگا دیتا ہے۔ پھر اس میں اس کو وِصال سے پہلے جو بے کلی ہوتی ہے، اس کو رفع کرنے کے لیے محبوب کے بارے میں چاہتا ہے کہ ہم دونوں ایسے ایک ہو جائیں کہ کوئی حجاب درمیان میں نہ رہے۔ اس میں بھی ہر ایک کی پروازِ خیال اور صلاحیت و استعداد مختلف ہوتی ہے۔ کوئی کسی مرحلے پر سکون محسوس کرتا ہے، کوئی کسی پر۔ مگر ان فانی چیزوں کے عشق میں حقیقی سکون حاصل نہیں ہوتا۔

خدا تعالیٰ کی محبت ایک ذوقی شئے ہے۔ اس میں جہاں تک اُس کی استعداد ہوتی ہے، جب تک نہ پہنچ لے تو شوق اور سوز رہتا ہے۔ پھر جب وِصال ہو جائے تو سکون و اطمینان ہو جاتا ہے۔ جیسے دنیا میں بھی اس کی مثال آ چکی ہے۔ اگرچہ مثال صرف مثال ہے اور اس سے زیادہ کا بیان محال ہے کہ ذوقی شئے ہے۔

(مجلس 9 رصفر المظفر 1366ھ / 03 جنوری 1947ء۔ ڈھڈیاں) (ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص: 183۔ طبع: مکتبہ رشیدیہ، لاہور)

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ)
رحیمیہ ہاؤس، 33/A، کوئنز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

کراچی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 9/A، بینٹر پوائنٹ سوسائٹی، بلاک نمبر 21 راشد منہاس روڈ، فیڈرل بی ایریا، کراچی
0092-21-36321616,36320707

راولپنڈی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، N.A-7، سید پور روڈ سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
0092-51-4581357-58

ملتان کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سکھر کیمپس
فلیٹ نمبر 111، 1st فلور، رائل اپارٹمنٹ ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

درسِ قرآن

تشریح: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

قرآن کا منشا ؛ مصنوعی خداؤں کا خاتمہ

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا۝ (9:73)

(وہ مشرق اور مغرب کا پروردگار ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس کو اپنا کارساز مان۔)

اس علاقے میں نہ کسریٰ کی حکومت رہنی چاہیے نہ قیصر کی ''خدائی''۔ ان کی جگہ خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کا قانون جاری ہونا چاہیے۔ کیوں کہ کائنات کا پروردگار یعنی ساری کائنات کو ایک خاص مجموعہ قوانین کے مطابق ترقی دینے والا وہی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جسے حضرت مسیح علیہ السلام ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں کہ:

"They will be done on earth as in Heaven (Math 6:10) "

''خدا کی مشیت کرۂ زمین پر اسی جامعیت کے ساتھ پوری ہونی چاہیے جس کاملیت کے ساتھ زمین سے باہر کی ساری کائنات میں پوری ہو رہی ہے۔''

پس جس طرح خدا کا قانون تمام کائنات میں جاری ہے اور کوئی اس میں شریک نہیں ہے۔ ایسے ہی اس کا قانون ---- قرآن حکیم ---- انسانی معاشرے میں جاری کیا جائے۔ اور تمام مصنوعی ''خداؤں'' کی ''خدائی'' ختم کر دی جائے۔ اور بندگی صرف خدا کی کی جائے۔ یعنی انسان اپنے آپ کو اپنے تمام اعمال و افعال اور خیالات میں خدا کے سامنے جوابدہ سمجھے۔ اس میں لوگوں کے دکھاوے یا حاکم کے فیصلے کو کوئی دخل نہیں ہے۔ یہ فیصلہ خود ہر ایک انسان کو اپنے دل کے اندر کرنا ہوگا۔ جب تک انسان کو یہ یقین نہ ہو جائے کہ ''میرا یہ کام خدا کے سامنے پیش ہوگا تو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا''، اس وقت تک وہ اس کام کو اچھا نہ سمجھے۔ یہ ہے خدا کی بندگی۔ اس طرح جوابدہ سمجھنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی ساری نوع کی یکساں خدمت کر سکے گا۔ کیونکہ وہ حقیقت میں اپنے آپ کو خداوند تعالیٰ کی اس تجلی کے حوالے کر دے گا جو انسانیت کے قلب پر پڑتی ہے۔ اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کرے گا تو اسے تمام نوع انسان کی ہمدردی اور خدمت کرنی ہوگی۔ اس سورت میں قرآن کے انقلاب کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ ایسا انقلاب برپا کیا جائے جو انسان کے نوعی تقاضے پورے کرے گا نہ کہ کسی خاص خطے یا قوم کی ضرورتوں ہی کا کفیل ہو۔

درسِ حدیث

تشریح: حضرت مولانا خواجہ عبدالحئی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

مساوات

عن عُقبةَ ابنِ عامرٍ، قال: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه و سلّم: أنسابكم هٰذهٖ ليست بمَسبّةٍ علىٰ احدٍ. كُلّكم بنو آدم. طفّ الصّاع بالصّاع، لم تملأهُ. ليس لأحدٍ علىٰ احدٍ فضلٌ، إلاّ بدينٍ و تقوىٰ. و كفىٰ بالرّجل أن يّكون بذِيًّا فاحشًا بخيلاً. (مشكوٰة شريف. كتاب الآداب. باب المفاخرة و العصبية. الفصل الثالث)

(حضرت عقبہؓ بن عامر سے روایت ہے، کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہارے خاندانی نسب اس لیے نہیں کہ دوسروں کی حقارت کی جائے۔ تم سب کے سب آدم (علیہ السلام) کی اولاد ہو اور ہر ایک میں کوئی نہ کوئی کمی ہے۔ شرافت کے پیمانے کو کوئی پورا نہیں بھرتا۔ اس کمی میں تم سب برابر ہو۔ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہے، مگر دین اور پرہیزگاری کی بدولت۔ وہ آدمی پورا عیب دار ہے، جو چھچھورا، سماجی معاہدات کو توڑنے والا بے حیا اور مال و دولت کو لوگوں پر خرچ کرنے کے لیے بخل کرنے والا ہے۔)

آج کل خاندان، گھرانہ، کنبہ، قبیلہ، وطن، قوم سب کی بنا اس پر ہے کہ دوسروں پر فوقیت جتائی جائے۔ ہم لوگ ہندوؤں کو تو کہتے ہیں کہ وہ ذات پات کے گورکھ دھندے میں پھنسے ہوئے ہیں، لیکن اپنے گریبان میں مونہہ نہیں ڈالتے کہ ہم خود کیا کر رہے ہیں۔ ایک کہتا ہے ''خبردار میں سید ہوں۔ میرے سامنے سر اُٹھائے گا تو منہ کی کھائے گا۔'' دوسرا کہتا ہے ''دیکھ سیدھے منہ بات کر، ورنہ میں پٹھان ہوں، کچا ہی کھا جاؤں گا۔'' یورپ والے کہتے ہیں کہ ''ہمیں ہیں جو کچھ ہیں۔'' پھر ان میں آپس میں ہی کٹا چھنی ہے۔ انگلستانی کہتے ہیں: ''جو ہم، وہ دوسرا نہیں۔'' فرانسیسی کہتے ہیں: ''سنبھل کے بول، ورنہ ابھی مزا چکھا دوں گا۔'' امریکا والے کہتے ہیں: ''خدا رکھے، ہمیں ہم ہیں۔'' روس والے کہتے ہیں ''خاموش، ورنہ پچا بنا کر چھوڑوں گا۔'' افریقا میں گورے تن رہے ہیں۔ اِدھر کالوں نے بھی غرانا شروع کر دیا۔ غرض جس کو دیکھو، ماش کے آٹے کی طرح اینٹھا جاتا ہے۔

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں سیدھی سادی حقیقت کھول دی ہے کہ خاندان یا قومیں اس لیے نہیں ہوتیں کہ ایک دوسرے کو کھا جائیں۔ آدمی سب ایک آدمؑ کی اولاد ہیں اور ہر ایک میں کچھ نہ کچھ خامیاں ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ سب اپنے آپ کو برابر سمجھیں۔ اگر کسی کو کسی پر فضیلت ہو سکتی ہے تو نیک عادتوں اور اچھے اَخلاق کی وجہ سے ہو سکتی ہے، وہ بھی فوقیت جتانے کے لیے نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''عیبوں سے خالی کوئی نہیں۔'' اور جب یہ حال ہے تو ایک دوسرے پر فخر کس بات کا۔ پھر جو شخص اتراتا پھرتا ہے، اس نے شرم اُتار کر پھینک دی ہے۔ اور کنجوسی پر کمر باندھ لی ہے۔ وہ سب سے بڑا عیب دار ہے۔ ایسا شخص سماجی معاہدات کو بڑی بے حیائی سے توڑ پھینکتا ہے۔ انسانی فائدے کے لیے مال خرچ کرنے میں انتہا درجے کا بخیل ہے، جو یقیناً سرمایہ پرستی کا اثر ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام انسان سماجی زندگی کے حوالے سے یکساں انسانی حقوق رکھتے ہیں۔ کسی کو انسانی حوالے سے کسی دوسرے پر فوقیت حاصل نہیں ہے۔ انسانیت کی خدمت کے حوالے سے اعلیٰ اَخلاق کے حامل لوگوں کی فضیلت بھی اس لیے ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کے کام آتے ہیں اور اجتماعی حوالے سے انسانی سوسائٹی کی ترقی کے لیے جان اور مال خرچ کرتے ہیں۔ جو بداَخلاق ہیں، ان میں گویا انسانی خصوصیت بھی نہیں ہے۔

rahimia.org

اداریہ

خوابوں کے سوداگر اور مزدور و عوام کی حالت زار

یکم مئی دنیا بھر میں مزدوروں کے عالمی دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ پاکستان میں ایک طرف مزدوروں کے حقوق کے حوالے سے مختلف سطحوں پر سرگرمیاں جاری ہیں تو دوسری طرف تمام جماعتوں کے نام نہاد عوامی نمائندے ایک بار پھر عوام کی قسمت بدلنے کے لیے انتخابی اکھاڑے میں اتر چکے ہیں۔ وہ اپنے اپنے منشور کی صورت میں سہانے خواب سجا کر خریداروں کی تلاش میں ہیں، جب کہ مزدوروں سمیت عوام نہ صرف بجلی اور گیس کی لوڈشیڈنگ کے عذاب سے گزر رہے ہیں، بلکہ جان لیوا مہنگائی کی وجہ سے پیدا ہونے والے منفی اثرات بھی بھگت رہے ہیں۔ جب کہ توانائی کے بحران سے کارخانے اور فیکٹریاں بند ہو رہے ہیں۔ اس طرح مزدوروں کا نوے فیصد طبقہ ناکارہ ہو کر گھروں میں بیٹھنے پر مجبور ہو چکا ہے۔ بے روزگاری کا سیلاب چار سو پھیل چکا ہے۔ لوگوں کو بجلی، گیس اور پانی بھی دستیاب نہیں اور انھیں مہنگائی اور بے روزگاری کا بھی سامنا ہے، جب کہ ملک میں موجود بدامنی کی فضا کے باعث جان و مال کا تحفظ شہریوں کے لیے پہلے ہی پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے۔ چناں چہ نام نہاد عوامی نمائندے نہ تو کبھی شہریوں کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کی آئینی ذمہ داری پوری کرتے ہیں اور نہ ہی مزدوروں کے لیے کوئی ایسی ''لیبر پالیسی'' بناتے ہیں، جس سے مزدور کے حقوق کا تحفظ ہو سکے۔

یہ صورتِ حال نئی نہیں، بلکہ جب پاکستان وجود میں آیا تو یہاں کے معاشی وسائل پر چند خاندان قابض تھے اور کروڑوں انسان ان کے بے دام غلام تھے۔ یہاں کی منڈیوں میں محنت کشوں کے خون اور پسینے کے سستے سودے ہوتے تھے۔ آزادی کے پندرہ سال بعد تمام جدید معاشی وسائل 22 خاندانوں کے ہاتھوں میں سکڑ گئے۔ یہاں بیرونی قرضوں کے سبب صنعتی ترقی کے عمل کا ڈول ڈالا گیا تو وہ بھی چند خاندانوں کے رحم و کرم پر تھا۔ اس پس ماندہ ملک کے 95 فی صد عوام کے مفادات کو پس پشت ڈال کر ہر وہ پالیسی اپنائی گئی اور ایسے قوانین مرتب کیے گئے، جن کا مقصد مٹھی بھر خاندانوں کو سارے ملک کی دولت پر سانپ بنا کر بٹھانا تھا۔ پاکستان کے تمام قوانین اور پالیسیاں چند خاندانوں کی خدمت کے لیے بنائی گئیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند خاندان ملک کی 80 فی صد دولت پر قابض ہو گئے۔ اجارہ دار خاندانوں نے جاگیردار طبقے اور امریکی سامراج کے عملی تعاون سے پاکستانی عوام کا خوب خون چوسا اور ملکی دولت کو بیرونِ ملک منتقل کرتے رہے۔ سرمایہ داری نظام کی اس محفوظ ترین منڈی میں سرمایہ داروں نے دل کھول کر منافع کمایا اور محنت کشوں پر ہر قسم کا ظلم و تشدد روا رکھا گیا۔ آج تازہ صورتِ حال یہ ہے پیداواری وسائل پر چند خاندانوں کا قبضہ ہے۔ اقتدار اور تعلیم انھیں چند گھرانوں کی ملکیت ہیں۔ 80 فی صد آبادی دیہاتوں میں کسمپرسی کی زندگی گزار رہی ہے۔ مزدور اور محنت کش روزگار سے محروم سارا سارا دن فٹ پاتھوں پر گزار دیتے ہیں۔

آج اس ملک کے حکمران، سیاسی لیڈرشپ بشمول مذہبی جماعتوں کے سربراہ اربوں پتی ہو چکے، جب کہ مزدور اپنی ناطاقتی کی وجہ سے جبری رضامندی پر مجبور ہے۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ہاں ضرورت مند مزدور کی جبری رضامندی قابل اعتبار نہیں، بلکہ اس کی محنت کی پوری قیمت ادا کرنا ضروری ہے، لیکن اس وقت ہمارے ہاں سرمایہ دارانہ نظام میں مزدوروں کی زندگی کی ڈور اسی جبری رضامندی سے بندھی ہوئی ہے۔

پتھر کوٹتی عورتیں، مانگتے ہاتھ اور کچرا چنتے بچے ہمارے نام نہاد جمہوری نظام کے منہ پر طمانچہ ہیں۔ عوام اور مزدوروں کے نام پر حکومتیں حاصل کرنے والوں نے بھی ہمیشہ مزدوروں کا استحصال ہی کیا ہے۔ ایک مخصوص طبقہ ہے، جس کے لیے یہ سارا اسٹیج سجایا جاتا ہے۔ جس کے بعد کوئی تبدیلی نہیں آتی اور حسبِ معمول بے چارے عوام کے ہاتھ پاؤں باندھ کر زور آور استحصالی طبقات کے آگے پھینک دیا جاتا ہے۔ چناں چہ عوام ایک جانب بری حکمرانی کی سزا بھگتتے ہیں اور دوسری جانب استحصالی طبقات کی عوام دشمن پالیسیوں کی زد میں آ کر زندہ درگور ہوتے رہتے ہیں۔ حکمران اور اپوزیشن ذاتی مفاد کے لیے ہر محاذ پر متحد ہو جاتے ہیں اور عوامی حقوق کے اجتماعی منصوبے ان کے اختلافات کی بھینٹ چڑھ کر فنا ہو جاتے ہیں۔ آج حکمران اور اپوزیشن پارٹیاں اپنے اپنے ووٹ بینک کے چرچے کر رہی ہیں، جب کہ عوام اس نام نہاد جمہوری نظام کے پیدا کردہ گھمبیر مسائل سے عاجز آ کر جمہوریت سے ہی نالاں نظر آتے ہیں۔ یہی وہ صورتِ حال ہے، جس میں پورے سیاسی نظام کی بساط لپیٹ دی جاتی ہے اور پھر ہمارے ''جمہوری سیاست دان'' اس پر ٹسوے بہاتے ہوئے جمہوریت کے فضائل اور فوائد بیان کرتے ہیں، لیکن جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی جمہوریت میں عوام کو کیا ملتا ہے۔

گزشتہ وفاقی اور صوبائی حکمرانوں کے پورے عرصۂ اقتدار کا جائزہ لیا جائے تو اس میں ملک اور عوام کی فلاح و بہبود کے حوالے سے ایسا کوئی کریڈٹ ان کے کھاتے میں موجود نظر نہیں آ رہا، جس کی بنیاد پر آئندہ انتخابات میں ان کے دوبارہ اقتدار میں آنے کی حمایت کی جا سکے۔ وفاق بشمول چاروں صوبائی حکومتوں نے عوام کے مسائل کے حل کے معاملے میں بے نیازی کا مظاہرہ ہی نہیں کیا، بلکہ اپنی من مانیوں، اللے تللوں، اقربا پروری، میرٹ کے قتل عام، کرپشن کلچر کے فروغ، آئین و قانون سے سرکشی اور اپنی خراب حکمرانی کے نتیجے میں عوام کو منتخب جمہوری نظام سے بھی متنفر کر دیا ہے۔ جمہوریت کے استحکام کے لیے حکمرانوں کو جمہوریت سے وابستہ فلاحی ریاست کے تصور کو پائیدار بنانے کے لیے اپنی تمام توجہ عوام کے روٹی، روزگار اور غربت و مہنگائی کے مسائل کے تدارک پر مرکوز کرنی چاہیے تھی اور بجلی، گیس کے بحران سے مستقل نجات دلانے کی کوئی ٹھوس، قابل عمل اور جامع پالیسی مرتب کر کے اسے اپنے دورِ اقتدار میں پایۂ تکمیل کو پہنچانا چاہیے تھا، مگر یہ انتہائی بدقسمتی کی بات ہے کہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے نہ صرف عوام کے روزمرہ کے مسائل حل کرنے کی جانب کوئی توجہ نہیں دی، بلکہ ملک میں بے روزگاری اور لاقانونیت کے مسائل بھی پیدا کیے ہیں۔ انتخابی وعدوں کی صورت میں اب پھر وہ پاکستان کو ''جنت'' بنانے کے دعوے دار ہیں۔ اس وقت بدامنی اور بجلی کے بحران کی وجہ سے ملک بھر کے صنعتی شہروں کراچی، فیصل آباد، گوجرانوالہ، گجرات، سیالکوٹ، ہری پور اور دیگر شہروں کی صنعتیں بند ہونے سے ہزاروں مزدور بے روزگار ہو چکے ہیں، جو روزگار کے متبادل ذرائع دستیاب نہ ہونے کے باعث یا تو خودکشیوں پر مجبور ہیں یا جرائم کی زندگی میں داخل ہو رہے ہیں۔ اگر الیکشن کے بعد بھی یہی صورتِ حال برقرار رہی اور توانائی کے بحران کے ساتھ ساتھ مہنگائی اور بے روزگاری کے مسائل کو حل نہ کیا گیا تو یہاں عوامی غیض و غضب کے سامنے بند باندھنا مشکل ہو جائے گا، جس میں ''سلطانی جمہور'' مستحکم ہونے کے بجائے اپنا وجود ہی کھو بیٹھے گی۔ اس وقت جب کہ نئی اور پرانی سیاسی جماعتیں آئندہ انتخابات کے لیے عوام کے پاس جانے کی تیاریاں کر رہی ہیں، انھیں عوامی غیض و غضب کا سامنا کرنے کے لیے بھی خود کو تیار رکھنا چاہیے اور عوام کو ووٹ کی طاقت کے فلسفے کو بھی سمجھنا چاہیے۔

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ''اپنی طرز میں خاص معاشی غلامی کے عہد'' کو بھانپتے ہوئے مزدوروں کے معاشی حقوق کی آواز اٹھائی تھی اور امام عبید اللہ سندھیؒ نے فرمایا تھا: ''ہم غریب اور مزدور کو وہ شعور دینا چاہتے ہیں، جس کے بعد کوئی سرمایہ دار اس کے ووٹ سے ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکے۔'' یہ عہد اُن نابغہ عصر ولی اللّٰہی مفکرین کے انقلابی طرزِ فکر پر سوچ بچار کی از سرِ نو دعوتِ فکر دے رہا ہے۔ آج نوجوان کو سوچنا چاہیے کہ اس قومی جمہوری عہد میں قومی انقلاب کی منزل تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے اور عوامی تائید و حمایت سے اپنے مؤقف کو بین الاقوامی سطح پر کیسے منوایا جا سکتا ہے۔ اس کا شعور حاصل کرنا ہی وقت کا تقاضا ہے۔

مدیر

rahimia.org

خطبات و بیانات

افادات: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
جانشین حضرت رائے پوری رابع رحمۃ اللہ علیہ و مسند نشین خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

(مشائخ رائے پور اپنے اندازِ تربیت میں ایک منفرد حیثیت کے حامل ہیں، وہ ہمیشہ خلقِ خدا کی دینی اور اخلاقی تربیت میں انتہائی توجہ فرماتے رہے ہیں۔ اُن کے ہاں جہاں قلوب کی تطہیر اور صفائی کے لیے مجالس ہائے ذکر کا اہتمام رہتا ہے، وہاں ذہنوں کی آبیاری کے لیے علمی و فکری نشستوں اور اجتماعات کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے پانچویں مسند نشین حضرت اقدس شاہ عبدالخالق رائے پوری مدظلہ کے بیانات، خطبات اور افادات کا خلاصہ اور رپورٹ پیش کیا کریں گے۔ اس بار ہم ان کے بالترتیب تین خطبات کی رپورٹ پیش کر رہے ہیں۔ یاد رہے یہ خطبات انھوں نے ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) کے مین کیمپس لاہور میں جمعہ کے اجتماعات سے ارشاد فرمائے ہیں۔ مدیر)

انھوں نے مؤرخہ: 04/ جنوری 2013ء کو جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے سورت النساء کی آیات (لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ۚ (114:4)) (کچھ اچھے نہیں ان کے اکثر مشورے، مگر جو کوئی کہ کہے صدقہ کرنے کو، یا نیک کام کو، یا صلح کرانے کو، لوگوں میں) پر گفتگو کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قرآن حکیم کا موضوع انسانیت ہے۔ قرآن حکیم انسانی اجتماعیت اور انسانی سماج سے بحث کرتا ہے اور وہ اس حوالے سے بنیادی قوانین اور ضابطوں کی نشان دہی کرتا ہے۔ قرآن حکیم نے یہ بات واضح کی ہے کہ کسی ایسے انسانی معاشرے کی اجتماعیت میں کوئی بھلائی اور خیر نہیں ہے، جس میں تین باتیں نہ ہوں۔

(1) پہلی بات، یہ کہ انسانی سوسائٹی کی ضروریات، اس کی فلاح و بہبود اور اس پر مال خرچ کرنے کے لیے باقاعدہ ایک نظام موجود ہو۔ (أَمَرَ بِصَدَقَةٍ)

(2) دوسری بات، انسانی معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے معروفات کا بھی ایک نظام موجود ہو۔ (أَوْ مَعْرُوفٍ)

(3) تیسری بات، تمام انسانیت کی اصلاح کے لیے بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب جدوجہد اور کوشش کرے، ان کی بہتری اور خیر خواہی کے لیے کام کرے۔ (أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ۚ)

انھوں نے ان تین باتوں کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

(1) کوئی جماعت، انسانی سوسائٹی اور معاشرہ اُسی وقت ترقی کرتے ہیں، جب وہ انسانی فلاح و بہبود کیے لیے باقاعدہ ایک نظام بنائیں۔ انسانی فلاح کے لیے مال خرچ کرنے، انسانی ضروریات کی تکمیل اور انسانی احتیاجات کو پورا کرنے کا ایک باقاعدہ نظام ہونا انتہائی ضروری ہے۔ قرآن حکیم نے یہاں لفظ ''صدقہ'' استعمال کیا ہے۔ اس میں وہ تمام انسانی اعمال اور انسانیت پر خرچ کیے جانے والے اموال شامل ہیں، جو کسی دوسرے انسان کی فلاح و بہبود، اس کی مشکل کو دور کرنے، اس کی پریشانیوں کو حل کرنے سے تعلق رکھتے ہوں۔ کوئی انسان کسی دوسرے کے لیے انسانی بھلائی کا کوئی بھی کام کرتا ہے، اُسے ''صدقہ'' کہا جاتا ہے۔ خواہ وہ اس نے جسمانی طور پر، اپنی زبان سے یا اپنے مال سے کسی دوسرے انسان کا دُکھ درد دور کیا ہو، اس کی کسی مشکل کو حل کیا ہو، اس کی فلاح و بہبود کے لیے کوئی کام کیا ہو، اسے قرآن حکیم نے ''صدقہ'' سے تعبیر کیا ہے۔ صرف انفرادی طور پر کسی فرد کا دوسرے کو صدقہ دے دینا، مال خرچ کر دینا یا انسانی بھلائی کا کوئی کام کر دینا، اس کو کافی نہیں سمجھا گیا، بلکہ قرآن حکیم نے یہاں ارشاد فرمایا: أَمَرَ بِصَدَقَةٍ۔ ایسا نظام، ایسا طریقۂ کار وضع کیا جائے کہ جس سے ہر انسان کی عزتِ نفس بحال رکھتے ہوئے اس کی ضروریات کی کفالت کا باقاعدہ ایک طریقۂ کار ہو۔ انسانی فلاح و بہبود کے لیے جسمانی خدمات، سماجی اعمال، اور مالی امداد کا ایک باقاعدہ نظام ہی قرآن کی منشاءِ حقیقی ہے۔

(2) ''معروف'' اس عمل کو کہا جاتا ہے کہ جس سے انسانیت کے لیے بہتر ہونے پر تمام دنیا متفق ہو، اور منکرات ان تمام چیزوں کو کہا جاتا ہے، جن پر انسانیت کا اتفاق ہے کہ وہ انسانوں کے لیے نقصان دہ ہیں۔ وہ اعلیٰ اَخلاق اقدار، جس پر انسانی معاشرے ترقی کرتے ہیں، وہ تمام معاشروں میں متفق علیہ ہیں، مثلاً سچ بولنا، عدل و انصاف سے کام لینا، انسانی بھلائی کے لیے جدوجہد اور کوشش کرنا، سخاوت کرنا، صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنا، سماحتِ نفس کا ہونا، وغیرہ وغیرہ۔ دنیا کا کوئی جھوٹے سے جھوٹا انسان بھی یہ نہیں کہتا کہ جھوٹ بولنا اچھی بات ہے۔ وہ سچائی کو انسانیت کی قدر مانتا ہے۔ اب جھوٹ، بددیانتی، رشوت، انسان دشمنی، ظلم کا فروغ، بے ہمتی، پستی، بزدلی، غلامی، کو تمام انسانی معاشروں میں بُرا سمجھا جاتا ہے۔ کوئی یہودی، عیسائی، ہندو یا دہریہ، ان تمام چیزوں میں انسانیت کے لیے کوئی شرف کی بات نہیں سمجھتا۔ امر بالمعروف۔ محض نیکی یا اچھائی کا وعظ نہیں، اچھائی کی بات کا صرف بیان کافی نہیں، ایک دوسرے کو محض تلقین نہیں، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ امر بالمعروف کا ایک باقاعدہ نظام بھی ہو۔ آج کے مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ سوچیں کہ عدل و انصاف کیسے قائم ہوگا، سچائی کی عملی شکل پورے انسانی اداروں کے اندر کیسے قائم ہوگی، اسی طریقے سے انسان دوستی کی قدر کا باقاعدہ نظام اور سسٹم کیسے وجود میں آئے گا؟۔

(3) تیسری بات، تمام انسانیت کی اصلاح کے لیے بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب جدوجہد اور کوشش کرنا ہے، ان کی بہتری اور خیر خواہی کے لیے کام کرے۔ قرآن حکیم کہتا ہے کہ: ''فساد بین الناس'' کا کوئی عمل سوسائٹی کے اندر نہیں ہونا چاہیے، اس کے بجائے ''اصلاح بین الناس'' ہونا چاہیے۔ اور پھر یہاں بین المسلمین کا لفظ نہیں بولا، بین الناس کہا، یعنی کل انسانیت۔ وہ انسان خواہ مسلمان ہے، یہودی، عیسائی، ہندو یا سکھ ہے، یا کسی اور مذہب اور نسل یا عقیدے یا خطے اور علاقے سے تعلق رکھتا ہے، ایک جغرافیائی حدود میں بسنے والے تمام انسانوں کے لیے ''الناس'' کا لفظ بولا گیا کہ ان انسانوں کے درمیان اصلاح، ان کے درمیان صلح اور صفائی، باہمی اتفاق و تعاون کو فروغ دینا ضروری ہے۔''

انھوں نے اپنی گفتگو کو سمیٹتے ہوئے ان تین باتوں کی روشنی میں اپنے معاشرہ کا تجزیہ کرتے ہوئے فرمایا: ''آج اس آیتِ مبارکہ کی روشنی میں ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیں، تو ہمیں یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے کہ یہ تینوں بھلائی کی باتیں ہمارے معاشرے سے ختم ہیں اور اس کی جگہ پر جو نظام موجود ہے، وہ انسانیت دشمنی، بداَخلاقی، تقسیم در تقسیم اور ''فساد بین الناس'' کی اساس پر قائم ہے۔ آج پینسٹھ سال کی آزادی کے نام نہاد دور میں بھی وہی قیادت سوسائٹی پر مسلط ہے، جس کے رویے ان تینوں بنیادی اقدار سے متصادم ہیں۔ یہاں کی اقتدار پسند طاقتوں اور قوتوں نے اس سوسائٹی کے غریب انسانوں پر مال خرچ کیا ہے یا اس دھرتی سے دولت لوٹ کر اپنے قبضے میں لی ہے؟ ذرا پینسٹھ سالوں کے تمام اقتدار میں آنے والے حکمران طبقوں یا لیڈروں کے اثاثہ جات کا جائزہ لیجیے کہ یہ ان کو کہیں انسانی خدمت کی بنیاد پر حاصل ہوئے ہیں یا اس ملک کی دولت کی لوٹ کھسوٹ کی بنیاد پر ملے ہیں؟ یہ امر بصدقۃ (لوگوں پر خرچ کرنے کے نظام) قائم کرتے رہے ہیں یا امر بظلم (ظلم اور ناانصافی کا نظام) قائم کرتے رہے ہیں؟ ذرا ان پینسٹھ سالوں کی تاریخ کو پیشِ نظر رکھ کر جائزہ لیجیے کہ کیا معروفات یعنی سچائی، عدل، انسان دوستی کے بنیادی اَخلاق ہماری سوسائٹی پر غالب رہے ہیں؟ یعنی ہماری عدالت، سیاست، معیشت، کلچر اور ہماری پارٹیوں کا

ڈھانچہ معروفات کی بنیاد پر قائم رہا ہے یا معروفات کے بجائے منکرات، ظلم، زیادتی، بداَخلاقی، رشوت اور انسان دشمنی کی بنیاد پر قائم رہا ہے؟ یکے بعد دیگرے لوٹنے والے حکمران طبقات اس ملک میں آتے رہے ہیں اور اپنے گروہی مفادات اور طبقاتی مراعات حاصل کرتے رہے ہیں۔

بات یہ ہے کہ ہمیں اپنے رویے بدلنے ہیں، قرآن حکیم کی ہر ہر آیت، جن بنیادی قوانین اور ضابطوں کی تلقین کرتی ہے۔ اس کو قبول کیے بغیر یہ خواہش پال لینا کہ ہم بہت بھلائی میں ہیں اور بہت ترقی کر رہے ہیں اور کامیابی کی منازل طے کر رہے ہیں، یہ ہمارا محض خواب تو ہو سکتا ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

مؤرخہ 11/ جنوری 2013ء کو انھوں نے اپنے خطبہ جمعہ میں سورت محمد کی آیت اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (24:47) (کیا دھیان نہیں کرتے قرآن میں یا دلوں پر لگ رہے ہیں ان کے قفل) کو بنیاد بناتے ہوئے فرمایا:

''معزز دوستو! کتابِ مقدس قرآن حکیم کی تعلیمات انسانی عقل و شعور کو براہِ راست جھنجھوڑتی ہیں۔ وہ مسلمان جماعت میں دینی عقل و شعور اور فہم و بصیرت پیدا کرتی ہے۔ انسانی زندگی میں دینی بصیرت ہی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، جو دراصل انسانی سماج کی درست تشکیل میں اساسی کردار ادا کرتی ہے۔

قرآن حکیم بار بار اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ لوگ اس پر تدبر کریں، غور و فکر کریں، عقل سے کام لیں، شعور سے اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیں۔ اسی لیے قرآن حکیم نے کہیں افلا یتدبرون (کیا تم تدبر نہیں کرتے؟) کا لفظ استعمال کیا، کہیں افلا تعقلون (کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟) کا، کسی مقام پر افلا تذکرون (کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟) کا، کسی جگہ پر یہ بات واضح کی کہ افلا تشعرون (کیا تم شعور نہیں رکھتے؟)۔ قرآن حکیم چاہتا ہے کہ انسان اپنے گرد و پیش میں موجود حقائق کا درست انداز میں تجزیہ کرے اور جہاں غلطی یا لغزش یا کوتاہی ہوئی ہو، اس کو دور کرنے کی فکر کرے۔

آج مسلمان معاشروں میں غلط فہمی یہ پیدا ہوگئی کہ قرآن کے مخاطبین تو مشرکین مکہ تھے اور انھیں دعوت دی جا رہی ہے کہ وہ شرک اور کفر سے نکل کر اسلام کے دائرے میں آ جائیں۔ ہم تو مسلمان ہیں، قرآن کے مخاطب ہم نہیں۔ یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ ہر وہ انسان قرآن کا مخاطب ہے، جس میں جس درجے میں بھی یہ غلط رویے موجود ہیں۔''

انھوں نے آیت اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا کے ضمن میں ارشاد فرمایا:

''قرآن نے یہاں بڑی اہم بات کہی ہے، اس نے دل پر تالے لگنے کی بات کی، زبان پر نہیں۔ آج ہم مسلمان قرآن پڑھتے ہیں، ہماری زبانوں پر کوئی تالے نہیں، بڑی خوش الحانی سے پڑھتے ہیں، قاریوں کے بہت سے انداز و اسلوب ہمارے سامنے ہیں۔ تلاوتیں سنتے بھی ہیں، کانوں پر بھی تالے نہیں۔ سماعت کرتے ہیں۔ اچھے سے اچھے قاری کی قرأت ہم نے اپنے موبائل میں، اپنے ریڈیو میں، اپنے کسی نہ کسی ڈرائیو پہ لگا رکھی ہے۔ نہ کانوں پر تالے ہیں، نہ زبان پر تالے ہیں اور نہ آنکھوں پر تالے ہیں، قرآن نے کہا: عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا دلوں پر تالے ہیں۔ اور جب دل پر تالا ہو تو زبان کے ساتھ قرآن پڑھے، نظروں سے دیکھ کر تلاوت پوری کرلے، کانوں سے سن ہی کیوں نہ لے، کوئی اثر نہیں ہوتا۔''

انھوں نے بنی اسرائیل کی سیاسی غلامی کو موضوعِ بحث بناتے ہوئے فرمایا کہ:

''جو قوم سیاسی طور پر غلام بن جائے، وہ اپنے فیصلے آزادی کی بنیاد پر نہیں کرسکتی۔ یہ اس قوم کے لیے سب سے بڑی سزا تھی۔ غلام قوم کا نہ کوئی عقیدہ ہوتا ہے اور نہ کوئی مذہب، نہ کوئی نظریہ ہوتا ہے اور نہ کوئی سسٹم۔ وہ اپنی آزادی سے اپنا فیصلہ ہی نہیں کرسکتی۔ اس کے فیصلے اُس پر مسلط قوم اپنے قومی تناظر میں کرتی ہے۔ غلام کا کیا مذہب ہے؟ اس کا فیصلہ تو اس کا آقا کرتا ہے کہ اس نے کس وقت اٹھنا ہے، کس وقت بیٹھنا ہے، کس وقت کیا کام کرنا ہے۔ سیاسی طاقت نہ ہونے کے نتیجے میں قومیں اپنے قومی وجود اور شناخت سے محروم ہو جاتی ہیں۔''

مؤرخہ 25/ جنوری 2013ء کو انھوں نے اپنے خطبہ جمعہ میں سورت احزاب کی آیت لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (تمہارے لیے بھلی (مفید) تھی سیکھنی رسول اللہ کی چال) (21:33)، سورت توبہ کی آیات یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور رہو ساتھ سچوں کے) (119:9) اور هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (اُسی نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر، تا کہ اُس کو غلبہ دے ہر دین پر اور پڑے بُرا مانیں مشرک) (33:9) کو بنیاد بناتے ہوئے فرمایا:

''آں حضرتؐ کی دنیا میں آمد دراصل قیامت تک کی انسانیت کے لیے ایک ایسی اعلیٰ معیاری زندگی کا تعارف ہے کہ جس کی اساس پر کل انسانیت دنیا اور آخرت کی فلاح و بہبود کا ایک عالم گیر نظام قائم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ آپؐ اس کائنات کی وہ بلند ترین حقیقت ہیں کہ جن کی ذاتِ گرامی کا فیض اس کائنات کے قیام تک دنیا میں جاری رہے گا۔ آپؐ کا وجود دنیا بھر کی انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے نمونہ ہے۔ اسی لیے قرآن حکیم میں مسلمان جماعت کو حکم دیا گیا کہ تمہارے لیے آپؐ کی زندگی ایک اسوۂ حسنہ، معیار اور ماڈل ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانیت کے لیے معیار اس لیے بھی ہیں کہ آپ کی قوتِ عقلیہ پر، آپ ﷺ کے قلب پر وہ کتابِ مقدس نازل ہوئی ہے، جو زندگی کے تمام امور کے بارے میں واضح اور دوٹوک قانون سازی کرتی ہے۔ اور اس قانون میں کسی قسم کا تغیر و تبدل بھی نہیں ہوا۔ دنیا بھر کی تمام دستاویزات، تمام تحریرات، تمام نظریات و افکار، تمام عقلی توجیہات اور تمام ذہنی ترکتازیوں کو سامنے رکھا جائے اور کتابِ مقدس قرآن حکیم کی تعلیمات، اس کی اثر آفرینی، اس کا اربوں کھربوں انسانوں کے دل و دماغ کو متاثر کرنے کی صلاحیت و استعداد اس بات کا مظہر ہے کہ جس انسانِ اکبر پر یہ کتابِ مقدس قرآن حکیم نازل ہوئی، اس کی عقلی پرواز، اس کی قلبی جرأت و ہمت کا عالم کیا تھا۔ یہ انسانوں کی قوتِ عقلیہ کو مہذب بنانے کے تناظر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معیار بناتا ہے۔ اب ہر انسان کو اپنی زندگی اور اپنی اجتماعی سوسائٹی کی تعمیر و تشکیل کے لیے عقل و شعور کی ضرورت ہے۔ اور یہ عقل و شعور اور فہم و بصیرت اسے مشکوٰۃِ نبوت، یعنی نبی اکرمؐ کی بلند تر عقل و شعور سے ہی حاصل ہونا ممکن ہے۔

انھوں نے حضور اکرم ﷺ کی پیدائش کو انسانی تاریخ کا اہم ترین واقعہ قرار دیتے ہوئے اس سے رہنمائی کے حوالے سے فرمایا کہ: ''اس موقع پر آپؐ کی سیرت اور اسوہ حسنہ کی ان دو صلاحیتوں سے رہنمائی لینا، عقل و شعور اور فہم و بصیرت کے تناظر میں آپؐ کی عقل، قلب اور اس فکر اور نظریے کی تفہیم اور اس کا شعور حاصل کرنا اور دوسری خصوصیت جو نبی اکرمؐ کو دنیا بھر میں تمام انسانوں میں ممتاز کرتی ہے، وہ عملی نظام قائم کرنے کی صلاحیت ہے۔ اس عملی نظام کے قیام کی جدوجہد اور کوشش کرنا ہے۔ یہ جدوجہد مسلمان جماعت پر بحیثیتِ مجموعی اجتماعی طور پر فرض ہے۔ یہ ایسا فرض ہے، جس سے رُوگردانی نہیں کی جاسکتی۔ پوری امت اگر اس فریضے کی ادائیگی سے قاصر ہے تو پوری امت گناہ گار ہے، جرم کا شکار ہے۔ وہ صرف رسمی طور پر ولادت کے موقع پر محض گانے بجانے کا کام کرلے اور ان کی عقل و شعور، فہم و بصیرت اور ان کے عملی نظام قائم کرنے کی صلاحیت سے استفادہ نہ کرے تو اس سے بڑی محرومی اور کوئی نہیں ہوسکتی۔''

فرمانِ سعید

فرمانِ سعید
فرمانِ سعید

(آج سے تقریباً چالیس سال پہلے حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ نے جمعیت طلبائے اسلام پاکستان سے وابستہ دینی اور عصری اداروں کے نوجوان طلبا سے خطاب فرمایا تھا۔ جس میں پاکستان کے حالات کا جامع تجزیہ کرتے ہوئے نوجوانوں میں فکر و عمل کی تحریک پیدا کی گئی ہے۔ یہ خطاب قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ مدیر)

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ بڑی بڑی خانقاہیں، جو کبھی سلاطین اور بادشاہوں کی اصلاح و تربیت کا مرکز ہوتی تھیں، اُجڑی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔ وہاں اجتماعی اصلاح کی کوئی عملی صورت نہیں ہے۔ آج کی مساجد اور خانقاہیں شکست خوردہ لوگوں سے بھری ہوئی ہیں۔ اتحادِ فکر باقی نہیں رہا۔ جمعہ اور عیدین کے اجتماعات ہزاروں اور لاکھوں پر مشتمل ہوتے ہیں، لیکن دینی مرکزیت کے لحاظ سے ان کا فکر اپنے ''امام'' (قائدِ نماز) سے مختلف ہوتا ہے۔ قرآنی الفاظ کے مطابق ''تحسبہم جمیعا وقلوبہم شتی'' (آپ ان کو اکٹھا خیال کرتے ہیں، لیکن ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں۔) کی صورتِ حال پیدا ہو چکی ہے۔ مذہبی طبقہ اس قدر دبایا جا رہا کہ مسجد اور خانقاہ میں پانچ وقت کے نمازی کا وہ مقام نہیں، جو مسجد کا مینار اور خانقاہ کا گنبد تعمیر کرنے والے بے نماز ''سرمایہ دار'' کا ہے۔ ائمہ مساجد کو بے دین، شرابی اور ظالم حکمرانوں کے استقبال پر مجبور کیا جاتا ہے۔

نوجوان طبقے کو بے مقصد تعلیم میں اُلجھا کر اس کی قوتِ عمل مضمحل کر دی گئی ہے۔ اسے فکری انتشار کا شکار کر دیا گیا ہے۔ اس کی صلاحیتیں اُجاگر ہونے کی بجائے ختم ہو کر رہ گئی ہیں۔ عوام کو معاشی مسائل میں اُلجھا دیا گیا ہے۔ اسے کسبِ معاش سے ہی فرصت میسر نہیں آتی، جس کی بنا پر وہ ملکی و قومی سطح پر کوئی کردار ادا کرنے سے یکسر قاصر ہے۔ میدانِ سیاست پر مغرب کی روحانی اولاد سرمایہ دار طبقے اور عیاش خوشامدیوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔ شریف لوگ گوشۂ عافیت میں پناہ لینے پر مجبور ہو کر رہ گئے ہیں۔

ہر نیا آنے والا، خوش کن نعرہ دے کر قوم کی ہمدردیاں حاصل کر رہا ہے اور کامیاب ہونے کے بعد اپنی من مانی کرتا ہے۔ ملکی حالات بدترین صورت اختیار کر چکے ہیں۔ ملک دو ٹکڑے ہو چکا ہے۔ باقی ماندہ پاکستان کی سالمیت کو بھی داؤ پر لگایا جا رہا ہے۔ امن و امان کی صورت ناگفتہ بہ ہے۔

ان حالات میں جمعیت طلبائے اسلام پر ایک عظیم ذمہ داری ڈالی گئی تھی، جسے قبول کر کے تقریباً چھ سال کا سفر طے کر چکی ہے۔ اور مقامِ مسرت ہے کہ جماعت انقلاب کی منزل کی طرف چلتے ہوئے تعارف اور شہرت بھی حاصل کر چکی ہے، بلکہ تحریک کی صورت اختیار کر کے ملک بھر میں پھیل گئی ہے۔ جب کہ آغازِ سفر پر ایسے امکانات معدوم نظر آ رہے تھے۔ چوں کہ دیگر تنظیموں کی طرح آپ کا مطمحِ نظر شہرت و تعارف اور حصولِ جاہ و زر نہیں تھا۔ اخلاص کی بنیاد پر آپ کے مختصر عمل نے اور اکابر اہلِ حق کی توجہ نے امید افزا حالات پیدا کر دیے ہیں۔

آج جب کہ بے شمار طالبِ علم تنظیمیں، لٹریچر، ملکی ذرائع و ابلاغ، سیاسی فضا، نظامِ تعلیم، اسلام کے نام پر ابلیسی تحریکات اور سامراج آپ کے پروگرام کو اور آپ کے وجود کو صفحۂ ہستی سے مٹانے پر تُلا ہوا ہے۔ ہم نہایت عزم و ثبات اور صبر و استقلال کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ہمارے کارکن نوجوانوں کے حوصلے بلند اور جذبات جواں ہیں۔ ملک کے گوشے گوشے میں ہمارا پیغام پہنچ چکا ہے۔ پاکستان کے ہر تعلیمی ماحول میں آپ کی آواز سنی جا رہی ہے۔

لیکن یاد رکھیے کہ کسی تحریک کا ایسے بھیانک حالات میں یوں متعارف ہو جانا جہاں نہایت مسرت انگیز ہے، وہاں کچھ خدشات سے بھی خالی نہیں ہے۔ پچیس سال سے بنی ہوئی تنظیمیں، زورِ اقتدار کے بل پر چلنے والی گمراہ تحریکات آپ کو یوں آگے بڑھتے دیکھ کر لازماً پریشان ہوں گی اور ہر طرح سے آپ کا راستہ روکیں گی۔

ایسے حالات میں پھونک پھونک کر قدم اٹھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان حالات میں برسرِ میدان اُلجھنے کی بجائے اپنے ہی شہر کے گرد ''خندق'' کھود کر دشمن کو روکا جاتا ہے اور دفاعی جنگ اختیار کی جاتی ہے۔ محض کثرتِ تعداد، پروپیگنڈا اور عام تعارف کے بل بوتے پر میدان میں کودنے اور قائدِ جماعت کا حکم فراموش کر کے غیر منظّم ہو جانے کی صورت میں اہلِ حق بھی ''احد'' کی سختیوں کا نشانہ بن جایا کرتے ہیں۔

لہٰذا اب سب سے بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ تنظیم کو پختہ اور مضبوط کیا جائے۔ کیوں کہ جب تک کوئی بھی بلند و بالا اور وسیع رقبے پر پھیلی ہوئی شاخوں والا درخت جڑوں اور تنے سے مضبوط اور مستحکم نہ ہو تو کوئی بھی تیز آندھی اسے جڑوں سے اکھاڑ کر یا تنے کو توڑ کر گرا سکتی ہے۔ لہٰذا اب نہایت محتاط انداز میں ہمارے قدم اٹھنے چاہئیں اور اپنی تنظیم کو مضبوط سے مضبوط تر بنانا چاہیے۔ اپنی فکر اور سوچ کو اپنے قائد کی سوچ اور فکر سے ہم آہنگ کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اکابر اہلِ حق سے وابستہ رکھے اور ان عظیم اکابرین نے جس طرح اپنی امیدیں ہم سے وابستہ کر رکھی ہیں، ان پر پورا اُترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ باہم محبت، چھوٹوں پر شفقت اور اکابر کا احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

(عزم نمبر 5۔ مئی 1975۔ ص: 6 اور 16)

پیغامِ سعید ؛ پیغامِ مزاحمت و امید

تحریر: شاہ زیب خان

یہ 1999ء کی بات ہے کہ جب ہر طرف نئے ہزارے کی آمد پر مختلف مباحث کا سلسلہ جاری تھا کہ انگریزی کے کچھ طالبِ علموں کو اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے شعبۂ اسلامیات کے آڈیٹوریم میں ایک تقریب جس کا عنوان "اسلام اور اکیس ویں صدی کے مسائل" تھا، کے لیے مدعو کیا گیا۔ ان نوجوانوں میں سے اکثر کا مذہب سے تعارف محض رسمی تھا اور ان طلبا کی مذہبی گفتگو کا محور فرقہ ورانہ نوعیت کے چند مسائل تھے، جو کہ انسانی سماج کی اجتماعی زندگی کے حوالے سے غیر اہم تھے۔ ان نوجوانوں کی نظر ابھی اپنی تعلیم، بلکہ اپنی یونیورسٹی کے پُررونق ماحول سے پرے دیکھنے سے بھی قاصر تھی۔ ایک بات پر ان کا اتفاق تھا اور وہ یہ کہ اب مذہب انسانی اجتماعی زندگی میں ناکام ہو چکا ہے اور انسانی سماج کی خیر اسی میں ہے کہ مذہب کو انفرادی زندگی تک ہی محدود کر دیا جائے۔ ان کے لیے سب سے اہم رہنما ان کے اساتذہ یا ان کے والدین تھے، جنھوں نے ان کو یہ سمجھایا تھا کہ زندگی کا ماحاصل ایک اچھی متمول زندگی ہے، جو کہ اچھی تعلیم اور اس کی وجہ سے اچھی ملازمت کی مرہونِ منت ہے۔ ان تصورات کے ساتھ یہ نوجوان اس تقریب میں شریک ہوئے، جس میں ان کے سامنے اسلام کا تعارف ایک انتہائی اُجلے طریقے سے کروایا گیا۔ اسلام کی تاریخ اس انداز سے پیش کی گئی کہ نہ تو اس میں فرقہ واریت کی بو تھی، نہ ان میں جذباتی دعوؤں کے غیر منطقی دلائل تھے اور نہ ان میں بلند بانگ دعووں کی صورت میں انسانیت سے نفرت کا عکس تھا۔

مقررین میں سب سے آخر میں ایک ایسی شخصیت کو دعوتِ گفتگو دی گئی کہ جنھوں نے انتہائی محبت بھرے انداز میں اسلام کی عالم گیریت کو واضح کیا اور فرمایا کہ: وہ انسانیت کے مسائل حل کرنے کے لیے آیا ہے۔ اسی تقریر میں انھی بزرگ نے ایک ایسی اصطلاح متعارف کروائی کہ جس اصطلاح نے اسلام کی محبت اور اس کی حقانیت کو ان نوجوانوں کے دلوں میں پھر کبھی ماند نہ پڑنے دیا۔ یہ اصطلاح تھی "انسان دوستی" کی۔ اس وقت اس بات کا اندازہ لگانا بہت مشکل تھا کہ یہ بزرگ جو دیکھنے میں شفقت و محبت کا پیکر تھے، کس طرح سے آنے والی زندگی میں کیسے کیسے پُرآشوب آلام میں ہزاروں نوجوانوں کے لیے مینارۂ نور ثابت ہوں گے۔

آج بادی النظر میں یہ دیکھنا آسان ہے کہ اس رجلِ مؤمن نے کس طرح مایوسیوں کے حبس میں امید کی ٹھنڈی ہوا کی مانند سوچ دی۔ کم ہمتی کی امر بیل، جو نوجوانوں کے اذہان کو اپنے شکنجے میں کسے ہوئے تھی، ان کو اس سے نجات دلائی۔ مرعوبیت کے آشوب سے ان کو چھٹکارا دلایا، تاریخ کے ڈراؤنے خواب سے ان کو جگایا۔ روشن اجتماعی مستقبل کا خواب ان کو دکھایا۔ نفرتوں کے سنپولیے، جو وہ اپنے اندر پال رہے تھے، ان سے ان کے باطن کو پاک کیا۔ خوف کے منڈلاتے سائے، جو اُن کی صلاحیتوں کو ماند کرتے تھے، ان سے نجات دلائی۔ معاشرے میں موجود فرقہ واریت کے عفریت کو، جو ہر قابل نوجوان کے عقل و شعور کو نگلنے میں لگا تھا، اس کو ناکام کیا۔ ان کے دلوں میں پنپنے والے تخریبی جذبوں کو تعمیری شعور سے تبدیل کیا۔ طاغوت کا تعارف کرایا اور اس کے اَن گنت بھید فاش کرنے کا طریقہ سکھلایا۔ سچ چاہے سات پردوں میں آئے، اس کو تلاش کرنے کی اُمنگ دی۔ یہ تمام رہنمائی دینے والی کرشماتی شخصیت ہمارے اپنے حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی ہی تھی۔

پاکستان کا معاشرہ، جو قائم ہوتے ہی ان گنت طبقاتی، لسانی، نسلی اور فرقہ وارانہ دراڑوں کا شکار رہا، اس معاشرے کے نوجوانوں کو انھوں نے دینی اساس پر ایک ایسا نظریہ مہیا کیا کہ جس نے ریاضی کے فارمولے کی طرح تمام فرسودہ اور فاسد نظریات کا رد کیا۔ اس اعلیٰ نظریے کے جام کو جس نے ایک مرتبہ اپنے ہونٹوں سے لگایا، اس پر ظلمتِ شب میں پنہاں روشنی کی کرنیں وا ہوئیں۔ اپنے وجود اور اس کی افادیت کے شا کی اس انداز سے اس کی اہمیت سے آشنا ہوئے کہ پھر انسانی کمزوریاں اور سماجی بندشیں ان کے منزل کی جانب ڈگ بھرنے میں رُکاوٹ نہ ڈال سکیں۔ نظام کے ڈسے ہوئے، پست ہمت نوجوان اپنے وجود کا بوجھ اٹھائے حضرت رائے پوریؒ کی محفل میں آتے، مگر منزل کو پانے کی ترنگ لیے، کامیابی کے نغمے گاتے ان کی صحبت سے اٹھتے۔ آپؒ کے تربیت یافتہ متوالوں نے مایوسی کی پرچھائیوں میں قوم کے نوجوانوں کو پیغامِ سعید دیا۔ صبح امید کی نوید سنائی اور اپنی اُمنگ کو ان کے سینوں میں منتقل کیا۔ قوم کے نوجوانوں کو، جو طبقہ، زبان، نسل اور فرقہ کے مختلف جزیروں میں نفرتوں کے سیلاب میں بہے جا رہے تھے، ان کو انسان دوستی کی کشتیٔ نوح میسر آئی۔ ان کے لیے تعین راہ کر کے حضرت اقدسؒ نے انھی نوجوانوں کو رہنما بنایا اور پھر ان کے لیے مینارۂ نور بن کر راہ کے کٹھن مشکلات سے نبرد آزما ہونے کی ہمت اور جرأت بھی عطا کی۔

نظام کے ڈسے ہوئے، پست ہمت نوجوان اپنے وجود کا بوجھ اٹھائے حضرت رائے پوریؒ کی محفل میں آتے، مگر منزل کو پانے کی ترنگ لیے، کامیابی کے نغمے گاتے ان کی صحبت سے اٹھتے۔ آپؒ کے تربیت یافتہ متوالوں نے مایوسی کی پرچھائیوں میں قوم کے نوجوانوں کو پیغامِ سعید دیا۔ صبح امید کی نوید سنائی اور اپنی اُمنگ کو ان کے سینوں میں منتقل کیا۔ قوم کے نوجوانوں کو، جو طبقہ، زبان، نسل اور فرقہ کے مختلف جزیروں میں نفرتوں کے سیلاب میں بہے جا رہے تھے، انسان دوستی کی کشتیٔ نوح میسر آئی۔ ان کے لیے تعین راہ کر کے حضرت اقدسؒ نے انھی نوجوانوں کو رہنما بنایا اور پھر ان کے لیے مینارۂ نور بن کر راہ کے کٹھن مشکلات سے نبرد آزما ہونے کی ہمت اور جرأت بھی عطا کی۔

حضرت اقدس رائے پوریؒ نے تاریخ کے خوابِ غفلت سے ان نوجوانوں کو بیدار کیا۔ ان کو درست تناظر میں دیکھنے، سمجھنے، پرکھنے کا ادراک دیا۔ گم گشتہ اوراق پر چڑھی دبیز مٹی کی تہیں جھاڑ کر ان کو معروضیت کے تناظر میں پڑھنا اور اس میں موجود حق کے پرچارکوں سے تعارف کروایا اور جن رہزنوں کو اب تک وہ اپنا رہنما مانتے تھے، ان کی اصلیت کو ان پر واضح کیا۔ ان کے شائستہ چہروں اور گھناؤنے کرتوتوں کا پردہ چاک کیا۔ حق و صداقت کے لبادے اوڑھے جھوٹ کے سوداگروں کی شیطانی کارستانیاں بیان کیں۔ اس گل زارِ وطن کو اُجاڑنے والوں کے مذموم مقاصد سے آگاہ کیا اور رزمِ حق و باطل کے کارکن کے سامنے سچے کارکنانِ حق کی جہدِ مسلسل رکھی۔ بقیہ صفحہ نمبر 10 پر

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ

کا مشن و نظریہ، اوصاف و خوبیاں

2

تحریر: حافظ محمد شفیق، لاہور

مایوسی کی بجائے امید پیدا کرنا آج کے سماج کا جائزہ لیں تو ہمیں ہر طبقہ و گروہ، سیاسی لیڈر، مذہبی رہنما اور دانش ور وغیرہ سب اِردگرد کے حالات اور مستقبل کے حوالے سے مایوس نظر آتے ہیں۔ اور اِن کے ساتھ وابستہ افراد بھی مایوس اور کسی بڑی شخصیت کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کو خاص ملکہ عطا ہوا تھا کہ آپؒ ان حالات میں بھی نوجوانوں کے لیے امید کی کرن تھے۔ آپؒ اپنی گفتگو کے ذریعے نوجوانوں میں بیداری، شعور اور امید پیدا کرتے۔ ان کو مایوسی، مرعوبیت اور احساسِ شکست و محرومی سے نکالتے۔ آپؒ کی مجلس سے اٹھ کے جانے والا شخص اپنے اندر ایک طاقت، توانائی محسوس کرتے۔ وہ اپنے اردگرد چھائے ہوئے مایوسی کے بادلوں کو چھٹ دیتا۔ آپ انبیا، صحابہ، اولیا اور باہمت علمائے ربانیین کے واقعات کے ذریعے نوجوانوں میں ایک تحریک پیدا کر دیتے اور اس میں کام کرنے کا جذبہ اور اپنے ملک سے نظامِ ظلم کے خاتمے کے لیے قربانی کی سوچ بیدار کرتے۔ ایسا فرد جو اپنی ذات سے تنگ آ گیا ہوتا، آپ کی مجلس و صحبت کا اثر ہوتا کہ وہ دوسروں کے لیے قربانی دینے کو تیار ہوتا۔ وہ آزادی و حریت کے نظریے، قرآنی انقلابی تعلیمات اور سیرتِ نبوی کے انقلابی تصور کو عملی جامہ پہنانے کے لیے سرگرم کردار ادا کرتا۔ بڑے بڑے اہل قلم اور اہل دانش آپ کی مجلس کی بدولت اپنے اندر اطمینان اور تحریک محسوس کرتے۔ یہ آپؒ ہی کی صحبت کا اثر ہے کہ آپؒ سے وابستہ نوجوان آپؒ کے بعد بھی اپنے نظریے، مشن، پروگرام سے مایوس نہیں، بلکہ وہ آپؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دوسرے نوجوانوں میں یہ تحریک بیدار کر رہے ہیں۔

جرأت و بہادری حضرتؒ اقدس کی یہ صلاحیت بھی متاثر کن تھی۔ آپؒ بہت جرأت، دلیر اور بہادر تھے۔ آپؒ ہمیشہ اپنے نظریے اور مؤقف پر انتہائی بہادری کے ساتھ ڈٹے رہتے اور کسی بھی بڑی سے بڑی طاقت سے متاثر و مرعوب نہیں ہوئے۔

جرأت و بہادری کا یہ وصف آپ کو اپنے خاندان سے وراثت میں ملا۔ آپؒ کے والدِ محترم حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری قدس سرہٗ بھی اس حوالے سے نرالی شان رکھتے تھے۔ اور اسی حریت کے ماحول کا اثر تھا کہ بڑی سے بڑی مشکل اور سخت حالات بھی آپ کو متاثر اور مرعوب نہ کر سکے۔ اور برے سے برے حالات میں بھی آپؒ اپنے آپ کو مضبوط رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ نے اپنا نظریہ و مشن بڑی ہمت، جرأت و بہادری اور بے خوفی کے ساتھ نوجوان نسل میں منتقل کیا۔ اور ان نوجوانوں کو بھی بہادر اور باہمت بنایا۔ آپ کی مجلس میں بیٹھا ہوا بزدل سے بزدل شخص بھی اپنے اندر خود اعتمادی، بہادری اور ہمت محسوس کرتا۔

سادگی و قناعت پسندی حضرتؒ اقدس اَخلاقِ فاضلہ سے مزین ہستی تھے۔ آپؒ کی ذاتی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو یہ واضح ہوگا کہ آپؒ انتہائی سادہ زندگی بسر کرتے۔ عیش پرستی اور آرام دہ زندگی کو پسند نہ کرتے۔ اکثر جب حبیب دوست آپؒ سے محبت و عقیدت کی وجہ سے کوئی تحفہ وغیرہ پیش کرتے تو آپؒ فرماتے کہ: تم ہماری عادتوں کو خراب کرتے ہو۔ آپ ہمیشہ اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتے۔ آپؒ کی رہائش، کھانا، لباس اور ضروریاتِ زندگی انتہائی سادگی لیے ہوتیں۔ آپؒ کبھی کوئی چیز ضائع نہ کرتے، بلکہ اُس کو سنبھال کر رکھتے۔ کھانے پینے کی اشیا کو کبھی ضائع نہ کرتے، باوجود کئی دن گزرنے کے محفوظ چیزوں کا استعمال خود بھی کرتے اور دوسروں کو بھی کرواتے۔ اور ایک دفعہ فرمایا کہ: ’’ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ کا رزق کبھی خراب نہیں ہوتا۔‘‘ اسی طرح ضرورت سے زائد کوئی چیز نہ لیتے۔ تکلف سے ہمیشہ دور رہتے اور اسی کی تلقین فرماتے رہے۔ آپؒ کی سادگی کا ہی عالم تھا کہ آپؒ عام دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر وہ کھانا کھاتے، جو سب کھا رہے ہوتے۔ آج کے دور میں یہ ایک بے نظیر مثال ہے۔

نظم و ضبط کی پابندی حضرتؒ اقدس کی اس صفت و خوبی نے بہت لوگوں کو متاثر کیا ہے۔ آپؒ ہمیشہ ہر کام نظم و ضبط اور ڈسپلن میں رہ کر کرتے۔ آپؒ نے اپنی پوری زندگی ایک نظم و نسق اور ترتیب سے گزاری۔ اپنے طے کردہ امور کو بروقت انجام دیا۔ اگر کسی جگہ پروگرام کے لیے پہنچنا ہوتا تو جو بھی وقت مقرر ہوتا تو آپؒ اپنے آپ کو مقررہ وقت سے پہلے تیار رکھتے اور دوسروں کو خاموش رہ کر بھی تلقین کرتے کہ ہمیں نظم و ضبط کی پابندی کرنی چاہیے۔ نظم و ضبط کی پابندی کے حوالے سے آپ کی ذات کے ساتھ ہزاروں واقعات جڑے ہوں گے، جو یہاں قلم بند کرنا ممکن نہیں۔ مختصر یہ کہ صوم و صلوٰۃ، ذکر و اذکار، سفر و حضر، اجلاسات و پروگرام اور یہاں تک کہ آپؒ کی ذاتی زندگی بھی نظم و ضبط سے مزین و مرصع تھی۔

تواضع و انکساری اتنے اونچے مقام و مرتبے پر فائز ہونے کے باوجود آپؒ میں حد درجہ تواضع و انکساری تھی۔ ہمیشہ اپنی ذات کی نفی کرتے اور یہی فرماتے کہ ’’یہ تو سب بزرگوں کی بدولت ہے۔ میرا اس میں کوئی کمال نہیں۔‘‘ حال آں کہ سب جانتے ہیں کہ آپؒ نے نامساعد حالات اور مشکلات کے باوجود ایک بیج سے تن آور درخت بنا دیا۔ اور اس نظریے کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ آپ نے کبھی اپنی ذات کو نمایاں نہیں کیا اور نہ ہی کبھی خواہش ظاہر کی، بلکہ کبھی کبھار جب کوئی فرد آپؒ کا نام لیتا اور آپ کی تعریف کرتا تو آپؒ اپنی ذات کی نفی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے اور اکثر ہمارے سینئرز کو فرمایا کرتے تھے کہ میرا نام نہ لیا کرو بزرگوں کا نام لیا کرو۔ آج کے اس مادی اور حُبِّ جاہ کے دور میں آپؒ میں یہ خصوصیت بہت نمایاں تھی۔

اکابر رائے پور و دیگر اکابر سے گہری عقیدت حضرتؒ اقدس کی پرورش اور تربیت اونچے درجے کے بزرگوں کی صحبت اور ماحول میں ہوئی۔ آپؒ کو بڑے بڑے بزرگوں کی صحبت میسر آئی، جن میں حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلویؒ اور دیگر نمایاں اکابرین کے نام آتے ہیں۔ آپؒ اکثر اپنے اکابرین کا ذکر اونچے الفاظ میں کرتے۔ اور اُن کی تعریف فرماتے اور ہمیشہ یہی فرماتے کہ سب کچھ اُن اکابرین ہی کی بدولت ہے۔ آپؒ کی اپنے اکابرین سے عقیدت ہی کا نتیجہ ہے کہ آپؒ نے ساری زندگی اُن کے مشن اور نظریے کو زندہ کرنے، نوجوان نسل میں منتقل کرنے اور اُن کا تعارف کروانے میں گزار دی۔ یقیناً آپؒ نے اُس ماحول میں اپنے اکابر کا تعارف کراویا، جہاں اُن کو ماننے والا اور اُن کا نام لینے والا کوئی نہ تھا، بلکہ یہاں اُن کا نام لینا جرم شمار ہوتا تھا، لیکن آپ نے نوجوان نسل کو نہ صرف اپنے

اکابرین کا تعارف کروایا، بلکہ اُن کے نظریے اور مشن اور پروگرام کو بھی متعارف کروایا۔

عظیم الشان صبر و تحمل اور بردباری صبر و تحمل، بردباری آپؒ میں بہت زیادہ تھی۔ سخت سے سخت ابتلا و پریشانی میں بھی آپ صبر و تحمل کا دامن نہ چھوڑتے۔ آپؒ کی زندگی مصائب و آلام سے پُر تھی، لیکن آپؒ کے چہرۂ مبارک پر کبھی اس کے آثار نہ دیکھے گئے۔ اکثر آپؒ اپنی خوب صورت مسکراہٹ اور دلکش انداز سے اپنے اندر ضبط کر لیتے۔ اور ہم جیسے بے صبرے اور جذباتی پن والے آپؒ کی اس صفت پر بہت متعجب بھی ہوتے اور متاثر بھی۔

زہد و تقویٰ اولیاء اللہ میں اس صفت کا ہونا اللہ سے تعلق و محبت کی علامت ہوتا ہے، لیکن آپؒ میں یہ صفت بہت اونچے درجے کی تھی۔ اللہ رب العزت کا ڈر اور خوف اور اللہ کی تعلیمات و احکامات پر عمل اور اس کی دعوت آپؒ کا مشن و نظریہ تھا۔ تقویٰ کا اونچا درجہ نظامِ عدل کا قیام ہے۔ اس حوالے سے آپؒ کی پوری زندگی ظلم کے خلاف اور عدل کے قیام کے حوالے سے جدوجہد میں گزری۔

رجوع الی اللہ حضرت اقدس میں اللہ رب العزت کے ساتھ تعلق و محبت بہت اونچ درجے میں دیکھا ہے۔ ہم یقیناً ناقص اور کمزور ہیں، پھر بھی میں نے مشاہدہ کیا ہے کہ آپ کا دل ہمیشہ اللہ کی یاد میں مصروف رہتا۔ آپؒ کی توجہ اور دھیان ہمیشہ اُس خالقِ حقیقی کی طرف ہوتا۔ آپؒ کا قلب ہمیشہ اللہ کے ذکر میں مصروف رہتا۔ آپؒ کبھی غیر ضروری باتوں کی طرف دھیان نہیں دیتے تھے۔ اگر محفل میں بھی کوئی بات ہوتی تو کبھی اس پر توجہ نہ دیتے تھے۔ ساری زندگی اللہ کے ذکر میں گزری۔ یہاں تک کہ علالت کے دنوں میں بھی مشاہدہ کیا کہ جب بھی آپؒ کو ہوش آتا تو آپؒ ذکر کرنے لگتے اور اللہ رب العزت سے اپنی جماعت اور انسانیت کی بھلائی کے لیے دعا کرتے۔

وسعتِ نظر و گہرائی حضرت اقدسؒ میں یہ خصوصیت بھی بدرجہ اتم تھی کہ آپؒ بڑی وسیع نظر اور حالات کا گہرا ادراک رکھتے تھے۔ آپؒ حالات و معاملات کا گہرائی سے جائزہ لیتے اور پرکھتے، پھر اُس پر اپنی رائے کا اظہار کرتے۔ آپؒ کی ذات میں سطحی پن بالکل نہ تھا۔ آپؒ بہت گہرے شخص تھے۔ مخاطب کی صلاحیت و استعداد کو احسن انداز پر پرکھ لیتے اور محسوس کر لیتے کہ اس میں کتنی لیاقت اور استعداد ہے۔ اسی لیے آپؒ کی گفتگو اُس آدمی کے حالات، ماحول اور تناظر کے پس منظر میں ہوتی تھی۔

بارعب و باوقار شخصیت حضرت اقدسؒ کی شخصیت بہت بارعب اور متاثر کن تھی آپؒ کا اندازِ گفتگو، دوسروں سے مخاطب ہونے کا انداز، دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا انداز، بیٹھنے کا طریقہ اور چلنے کا باوقار انداز اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ کا چہرۂ مبارک دوسروں کو اپنی طرف کھینچ لیتا اور مجلس میں بیٹھا ہر شخص آپ کی ذات سے مرعوب و متاثر ہوتا۔ آپ کی مجلس میں بڑے بڑے لوگ تشریف لاتے، جو کہ مختلف عہدوں پر فائز ہوتے، مختلف اداروں سے وابستہ ہوتے، بڑے بڑے اہلِ قلم اور دانش ور بھی ہوتے، جب وہ آپؒ سے گفتگو کرتے، تبادلہ خیال ہوتا تو وہ آپؒ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ آپؒ کی ذات کا کمال یہ تھا کہ سادگی و قناعت پسندی کے باوجود، تواضع و انکساری کے باوجود لوگ آپؒ کی طرف کھنچے چلے آتے۔

باکمال حسِ مزاح آپؒ کی ذات کا وہ پہلو، جس نے نوجوانوں کو بہت متاثر کیا اور آپؒ کی ذات سے وابستہ ہوئے، وہ تھا کہ آپؒ کا حسِ مزاح۔ آپؒ اپنی مجلس میں کبھی بوریت پیدا نہ ہونے دیتے۔ آپؒ کا کمال تھا کہ گفتگو کے درمیان ماحول کے مطابق اس میں چھوٹی چھوٹی مزاحیہ باتیں کرتے کہ مجلس کے شرکا متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ اس لیے نوجوان آپ کے قریب آکر سکون محسوس کرتا۔ آپؒ کے اس وصف کی وجہ سے باشعور نوجوان آپؒ کی مجلس میں گھنٹوں گھنٹوں بیٹھے رہتے اور آپؒ اُن سے بڑے نرم ملائم انداز سے چھوٹے چھوٹے جملوں سے اور اپنے مزاحیہ کلمات سے مجلس کو گرماتے۔ اور اس طرح نوجوان کے ذہن میں نظریہ و فکر اور عقل و شعور منتقل کرتے۔

مشن و نظریے کا غلبہ حضرت اقدسؒ کی صفات میں سے ایک یہ صفت بھی بہت نمایاں تھی کہ آپ کی توجہ ہمیشہ نظریہ اور مشن کی اشاعت، ترویج اور اس کی دعوت دینے کی طرف ہوتی۔ آپؒ کی خواہش ہوتی کہ آپؒ نوجوانوں کے پاس جائیں، دورہ جات کریں اور نئی نسل کو اسلام کی سچی تعلیمات اور اکابرین کے فکر و نظریے سے متعارف کرائیں۔ اس مقصد کے لیے آپؒ ہمیشہ اپنے آپ کو تیار رکھتے اور جب بھی اور کسی بھی وقت کوئی نوجوان آتا، چاہے وہ اکیلا ہی ہوتا، تو آپؒ اُسے نظریہ سکھاتے، اُس سے بات چیت کرتے اور اس کے اندر حوصلہ پیدا کرتے کہ وہ اپنے جیسے نوجوانوں کو دعوت دے۔

آپؒ کی ہمیشہ یہی کوشش ہوتی کہ انسانیت کی بھلائی کا یہ نظریہ زیادہ سے زیادہ نوجوانوں میں منتقل ہو۔ آپؒ کی ساری زندگی اسی نظریے اور مشن کے پھیلاؤ میں گزری۔ اس حوالے سے آپؒ نے پاکستان کا کوئی شہر اور علاقہ نہیں چھوڑا، جہاں آپؒ نے اس فکر کی آواز کو پہنچایا نہ ہو۔ اور اپنے ساتھ وابستہ نوجوانوں اور ساتھیوں کو بھی یہی پیغام دیا کہ جان لو کہ یہ ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ جس طرح ہم دیگر عبادات کرتے ہیں، نماز، روزہ، حج زکوٰۃ وغیرہ ادا کرتے ہیں، اسی طرح قرآنی تعلیمات، سیرتِ نبویؐ اور صحابہؓ کی عملی جدوجہد اور انسانیت کے ترقی کے اعلیٰ نظریے اور پروگرام، کی دعوت و اشاعت، اس کے سیاسی عقل و شعور کا پیغام اور انسانیت کی خوش حالی کے لیے اس کے اعلیٰ معاشی نظام کے قیام کی عملی جدوجہد بھی ہمارے ایمان اور اسلام کا حصہ ہے۔

اس طرح حضرت اقدس رحمہ اللہ نے اپنے عمدہ اَخلاق اور صفات کے ذریعے نوجوان نسل میں قرآنی انقلابی تعلیمات، سیاسی شعور اور اکابرین کا تعارف کروایا۔ اور ان میں تحریک و جذبہ، حوصلہ و بلند ہمتی اور امید پیدا کی۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں آپ کے نظریہ و مشن اور آپؒ کے عمدہ اَخلاق کو اپنی زندگی کا حصہ بنانے کی اور اس پر قائم و دائم رہنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمیں اس کی اشاعت و ترویج کی توفیق دے اور ہمارے حضرت اقدسؒ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور اُن کے مقام و مرتبے کو بلند فرمائے۔

آمین

rahimia.org

بقیہ: پیغامِ سعید؛ پیغامِ مزاحمت وامید

وہ نوجوان، جن کے لیے انگریزی ناموں اور ناآشنا معاشروں کے لوگوں کو بطور ہیرو پیش کیا جاتا تھا اور جو شاید اپنی زندگیوں میں خود سے کبھی شاہ ولی اللہؒ اور ان کی جماعت سے متعارف نہ ہوسکتے، ان کو ایسے شان دار طریقے سے شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، شاہ محمد اسحاق دہلویؒ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور مشائخ رائے پور کا تعارف کروایا کہ یہ شخصیات ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان نوجوانوں کے دلوں میں جاگزیں ہوکر رہ گئیں اور ان کی جدوجہد وایثار ہی ان کے لیے معیارات ٹھہرے۔ ان شخصیات کے تعارف کے بعد پھر ان کو دنیا کے کسی مارکس، ماؤ، چی گویرا کے کام متاثر نہ کرسکے۔ ان سب کے لیے اپنا خطہ سب سے مقدم ٹھہرا اور یہاں سے پھوٹنے والی تحریکات اور ان کے رہنما چمکتے ستارے بنے۔

مزدور و کسان کی مقدس محنت کی پامالی کے نتیجے میں دولت کے لگے انبار سے نفرت کا شعور، سرمایہ پرستوں کے تقدس کو روندنے کی تحریکات کے خلاف مزاحمت، ان کو حقوق دلانے کی جدوجہد اور اس میں ثابت قدمی، اُسی جرأت مند اور سعید روح کے صدقے اس نسل میں منتقل ہوئی۔ ان کے حق میں نغمے گانے، نعرے لگانے اور کانفرنسز کے انعقاد کی بجائے نوجوانوں کو یہ شعور دیا کہ وہ ان پر ہونے والے مظالم کے سدِباب کے لیے متبادل نظام کے قیام کی کوشش کریں اور اس کی مدد سے ایک ایسا معاشرہ قائم کریں کہ جو انسان کی اس بنیاد پر عزت کرے کہ وہ انسان ہے اور اشرف المخلوقات ہے نہ کہ اس کے جسم پر موجود کسی اوورکوٹ کی بنا پر۔

سنا ہے حُبِّ مال اور حُبِّ جاہ خود شناسی کی راہ میں سب سے آخری رُکاوٹیں ثابت ہوتی ہیں۔ ہمارے حضرت اقدس رائے پوریؒ سے وابستہ ہونے والے نوجوانوں میں یہ دونوں سب سے پہلے غائب ہوتی تھیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا، حضرتؒ اقدس کی اپنی زندگی ہی اس بات کا سب سے بڑا نمونہ تھی۔ شاید یوں تھا کہ ان کی خود کی جاہ اور مال پرستی کی نفرت ان کے گرد ایک مقناطیسی حصار قائم کیے ہوئے تھے اور اس ہالے میں داخل ہونے والا ہر شخص اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ پاتا تھا۔ یقیناً ان اعلیٰ اَخلاق کی منتقلی کے معاملے میں سب سے بڑی وجہ ان کی ذاتِ گرامی کا کمال تھا۔ جب ان کی گفتگو کا محور انسانوں کی معاشی محرومی اور اس کے نتیجے میں اس کی اپنے خالق سے دوری ہو تو اس محفل میں بیٹھنے والے کے لیے یہ کیوں کر ممکن ہو کہ وہ اپنے اندر مال کی محبت کو جگہ دے، بلکہ اس کی سوچوں کا محور تو ایسے نظام کا قیام بن جاتا کہ جہاں غریب کی محرومی کا مداوا ہو۔

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی محنت اور جہدِ مسلسل اور اس کے نتیجے میں قائم ہونے والی باشعور اجتماعیت ہی ان شاء اللہ اس خطے میں ایک ایسی حقیقی تبدیلی کا باعث بنے گی کہ جو آنے والے دور میں اس ملک کو دیکھے ان دیکھے گردابوں میں نکالنے کا سامان کرے گی اور سب سے بڑھ کر اس ملک کے انسانوں کے لیے ایک ایسا انظام وضع کرے گی کہ جس میں ہر شعبہ ہائے زندگی سے وابستہ اداروں کا مرکز ومحور انسان ہوگا۔

ان شاء اللہ وہ دن دور نہیں جب اس عظیم ہیرو کو یاد کیا جائے گا کہ جس نے مایوسی اور مرعوبیت کے اس پُرآشوب دور میں ملک کے نوجوانوں سے یہ حلف لیا تھا کہ شبِ سیاہ اپنی ظلمت کے سائے جس قدر بھی دراز کرلے، وہ اس کی تیرگی کا غبار بن کر نہیں جئیں گے۔ ان نوجوانوں کے اس حلفِ مزاحمت کو، ان کے حلفِ امید کو، پیغامِ سعید کو پھر یہ قوم کبھی نہ بھلا پائے گی۔ نوجوان ان کے اس حلف کو تازندگی قائم رکھیں گے۔ إن شاء اللّٰہ العزیز۔

تعزیتی مکتوبات

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ السعید

کے وِصال پر تعزیتی مکتوبات

مکتوب (1)

محترم المقام واجب الاحترام حضرت مولانا مفتی عبدالخالق صاحب
جانشین حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ

السلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہٗ

یہاں تمام احباب متوسلین و متعلقین سبھی حضرتؒ کے وصال کی وجہ سے بہت مغموم ہیں اور بروز جمعرات بعد نمازِ مغرب بلّی ماراں، کشن گنج، باڑہ ہندوراؤ کے سبھی حضرات، حضرتؒ کے ایصالِ ثواب کے لیے جمع ہوئے اور سب نے مل کر قرآن خوانی کی۔ اس کے بعد حافظ فضل صاحب نے رقت آمیز دعا کرائی۔ سبھی حضرات دعا گو ہیں خدا تعالیٰ حضرتؒ کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

ہم سب خاص طور سے محمد الیاس کاکا، محمد جاوید یٰسین مالا، بھائی ارشد، صوفی اعجاز صاحب، نور احمد، شریف الدین اور نئی بستی کے لوگ، جن کے نام مجھے یاد نہیں ہیں 18 / اکتوبر کو ان شاء اللہ رائے پور جارہے ہیں اور وہاں 3 دن قیام رہے گا۔ جس روز حضرت کا وصال ہوا، اُس روز وہاں کافی گاؤں کے لوگ جمع ہوئے تھے۔

بندۂ ناچیز محمد قاسم اور سب حضرات لاہور آنے کی جستجو میں ہیں، لیکن ویزے کا مسئلہ بنا ہوا ہے۔ دعا فرمائیں اس میں آسانی ہوجائے تو ہم سب آنا چاہتے ہیں۔ ہم سب علاقہ قصاب پورہ، مسجد نواب والی، مسجد شاہ گل اور تمام متوسلین حضرت کے خاندان کے ساتھ غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعا گو ہیں خدا تعالیٰ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور حضرتؒ کے لگائے ہوئے باغ کو دن دُگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔ اور آپ کو اس سلسلے کو پھیلانے کے لیے مزید قوت اور طاقت عطا فرمائے۔

ہم سب کی طرف سے مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب، ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب، بھائی عزیز الرحمٰن صاحب، سید مطلوب علی زیدی صاحب جو میرے ذہن میں ہیں اور تمام حضرات کو سلام عرض ہے اور درخواست ہے ہمارے حق میں دعا فرمائیں۔ خدا تعالیٰ مسجد نواب والی نئی بستی، باڑہ ہندوراؤ میں جو اتوار اور جمعرات کو ذکر کی مجلس ہوتی ہے، وہ پابندی کے ساتھ جاری ہے اور احباب اس میں شریک ہوتے رہتے ہیں۔

ہماری گزارش ہے کہ آپ خود اور تمام احباب انڈیا آنے کی پوری کوشش فرمائیں۔

ایک گزارش حضرت مفتی صاحب سے یہ ہے کہ حضرتؒ والا نے انتقال سے پہلے کن حضرات کو خلافت عطا فرمائی، اُن کے بارے میں ضرور تحریر فرمادیں۔ نوازش ہوگی۔

آپ سے گزارش ہے کہ کوئی بات تحریر میں بارِ خاطر ہو تو بندہ کو معاف فرمادیں۔ دعاؤں میں خاص طور سے یاد فرمائیں۔ والسلام

فقط دعا جو منشی محمد قاسم، محمد یٰسین مالا، محمد الیاس کاکا، محمد جاوید
متعلقین سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور مسجد نواب والی
قریش نگر۔ صدر بازار۔ دہلی

Ph. : 0132-2774261, M : 09412557283, 09758228788

مدرسہ فیضِ ہدایت رحیمی قصبہ رائے پور ضلع سہارنپور (یوپی)

Madarsa Faiz - E - Hidayat Rahimi

RAIPUR - 247121, Distt. Saharanpur (U.P.) India

Ref. No.......................

Dated ....

rahimia.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم ومکرم جناب مفتی عبدالخالق آزاد زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد صاحب قدس سرہٗ کی وفات صرف آپ ہی کے لیے نہیں، بلکہ پوری ملتِ اسلامیہ کے لیے ایک عظیم جانکاہ حادثہ ہے۔ حادثہ کی خبر سن کر بے انتہا رنج وافسوس ہوا۔ إنّا للّٰہ و إنّا إلیہ راجعون. إن لِلّٰہ ما أخذ و لہٗ ما أعطیٰ و کلّ إلٰی اجلٍ مسمّی فلتصبر و لتحتسب. مدرسہ فیضِ ہدایت رحیمی کی فضا میں رنج وغم کے بادل چھا گئے۔ فوری طور پر تمام طلبا اور اساتذہ کا تعزیتی اجتماعی جلسہ منعقد ہوا۔ حضرت والا کے لیے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت ورفع درجات کا اہتمام عمل میں آیا۔

حضرت مولانا ہمارے اکابر کی یادگار، رائے پور کے بزرگوں کی روایات کے امین تھے۔ آپ نے قطبِ عالم حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی خدمت میں 32 سال زندگی گزاری اور حضرت والا کی صحبت نے آپ کو کندن بنا دیا۔ وہاں خوب فیض یاب ہوئے، یہاں تک کہ ان ہی کے رنگ میں رنگ گئے۔ آپ کو حضرت والا سے بھی خلافت ملی اور حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ سے بھی خلافت ملی۔

ماشاءاللہ آپ اپنے مشائخ کے سچے جانشین بنے۔ ان کی تمام نسبتوں کے حامل، متبع شریعت اور قوم کے صحیح رہنما بنے۔ آدھی صدی سے زیادہ تک آپ نے گم گشتہ راہوں کو ہدایت کی صاف سیدھی سڑک پر لا کھڑا کیا۔ بے شمار نفوس کو اپنے تزکیۂ باطن کے ذریعے انھیں کامیاب زندگی عطا فرمائی۔ خود بھی سعید بنے اور دوسروں کو بھی سعید اور نیک بخت بنایا۔ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے اور پوری امت کی طرف سے انھیں بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے۔ ان کی بال بال مغفرت فرمائے۔ جنت الفردوس میں انھیں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ ان کے فیض کو جاری وساری رکھے۔ تمام پسماندگان اور اہلِ تعلق کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور اس حادثہ فاجعہ کا اجرِ جزیل عطا فرمائے۔ آمین

فقط محمد عباس نائب مہتمم مدرسہ ہذا 5/12/1434ھ

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

اھم خوش خبری

لاہور میں 30 روزہ ’’دورۂ تفسیر قرآن حکیم‘‘

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ کا شروع کردہ دورۂ تفسیر قرآن حکیم گزشتہ سالوں کے معمول کے مطابق اس سال بھی ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں منعقد کیا جا رہا ہے۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ اس دورۂ تفسیر کا آغاز 28/ جون 2013ء بمطابق 18/ شعبان 1434ھ بروز جمعۃ المبارک سے ہوگا۔ اس کا اختتام 28/ جولائی 2013ء بمطابق 19/ رمضان المبارک 1434ھ بروز اتوار کو ہوگا۔

اس دورۂ تفسیر قرآنِ حکیم میں:

1۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے بیان کردہ اصولِ تفسیر
2۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے اُسلوبِ تفسیر
3۔ امامِ انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے تفسیری نکات

کی روشنی میں قرآنی علوم و معارف کا بیان ہوگا۔ دورۂ تفسیر کی خصوصیات درجِ ذیل ہیں:

☆ قرآنِ حکیم کی سورتوں کے مضامین کا جامع خلاصہ اور اس کے اہم نکات کا بیان
☆ شریعت کے حوالے سے اہم قرآنی موضوعات پر لیکچرز کا اہتمام
☆ اَخلاقی تربیت اور تزکیۂ نفس کے لیے دینی اور روحانی ماحول
☆ قرآن حکیم کے بیان کردہ سیاسی، سماجی، معاشی اصولوں کی نشان دہی
☆ دورِ حاضر کے اہم عمرانی مسائل کے حوالے سے قرآنی افکار سے متعلق آگہی

اس دورۂ تفسیر میں شرکا کی رہنمائی کے لیے ملک بھر کے چنیدہ مفتیانِ کرام، دانش ورانِ عظام، پروفیسرز اور ڈاکٹرز حضرات قرآنی موضوعات پر لیکچرز دیں گے۔ رمضان المبارک کی مبارک ساعات اور گرمیوں کی تعطیلات میں طلبا اور تعلیم یافتہ نوجوان اس دورۂ تفسیر سے بھرپور استفادہ کریں اور اس دورۂ تفسیر میں شرائط کے مطابق داخلہ لے کر قرآنی فکر و شعور سے آگہی حاصل کریں اور اس کے تقاضوں کی تکمیل کے لیے روحانی، اَخلاقی اور اجتماعی تربیت کے حوالے سے دینی ماحول کے اس اہم موقع سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔

تقریبِ تکمیل بخاری شریف

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں ہر سال دورۂ حدیث شریف کی کلاس ہوتی ہے۔ اس کی اہم ترین کتاب ’’صحیح بخاری شریف‘‘ کی تقریبِ تکمیل مؤرخہ 26/ مئی 2013ء بمطابق 15/ رجب المرجب 1434ھ بروز اتوار کو منعقد ہوگی۔ جس میں حضرت اقدس مولانا مفتی عبد الخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ آخری حدیث پر درس ارشاد فرمائیں گے۔ تمام احباب اس بابرکت تقریب میں شرکت فرمائیں۔

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از جناب مفتی عبد الغنی قاسمی شعبہ دار الافتاء ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

براہِ راست سوالات پوچھنے کے لیے رابطہ کریں: 0321-4431184

سوال نمبر (1): ایک شخص فوت ہوا، جس کے والدین پہلے انتقال کر چکے ہیں، جب کہ اولاد اور اہلیہ میں سے بھی کوئی زندہ نہیں ہے۔ چچا بھی پہلے وفات پا چکے ہیں۔ اس کے ورثا میں صرف تین بھتیجے اور تین بھتیجیاں ہیں۔ شرعاً متوفی کی جائیداد کیسے تقسیم ہوگی؟ نصر اللہ، مانسہرہ

جواب: متوفی کے وارث صرف بھتیجے ہیں۔ ہر ایک کو کل وراثت کا 1/3 حصہ ملے گا، جب کہ بھتیجیاں وارث نہ ہوں گی۔

سوال نمبر (2): ایک مرد اور عورت کا نکاح شرعی طریقے سے منعقد ہوا اور رخصتی عمل میں آئی۔ چند ماہ دونوں میاں بیوی اکٹھے رہے۔ پھر بوجہ اختلاف، لڑکی اپنے والدین کے ہمراہ رہنے لگی۔ لڑکی کے والدین کچھ عرصے بعد دوسرے شہر منتقل ہو گئے اور لڑکی کو غیر شادی شدہ ظاہر کر کے ایک دوسرے شخص سے شادی کر دی۔ قابلِ دریافت امر یہ ہے کہ جو لوگ دوسرے نکاح کی مجلس میں شریک ہوئے، ان کے اپنے نکاح کا شرعی طور پر کیا حکم ہے؟ محمد رمضان، لاہور

جواب: ایسی شادی شدہ عورت جس کا نکاح ابھی باقی ہے، اور اس کے شوہر نے اسے طلاق نہیں دی تو اس عورت کا کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنا حرام ہے۔ جو لوگ دوسرے نکاح کی مجلس میں شریک ہوئے اور صورتِ حال سے واقف تھے، وہ سخت گناہ گار ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کریں۔ البتہ ان کے اس عمل سے ان کے اپنے نکاح پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔

سوال نمبر (3): ایک شخص نے اپنی منکوحہ زوجہ کو درجِ ذیل الفاظ سے طلاق تحریر کر کے بھیج دی: ’’میں نے اپنی بیوی............کو طلاق دے دی ہے‘‘۔ اب وہ اپنی مرضی سے کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنا چاہتی ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے؟ عبد الرحیم چشتیاں

جواب: تحریر مذکورہ کے مطابق اس شخص کی بیوی پر ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگئی۔ عدت گزرنے سے پہلے اگر رجوع نہیں کیا تو وہی طلاقِ بائنہ ہو جائے گی۔ اور اس کے بعد مطلقہ کو اختیار ہے کہ اپنی مرضی سے جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

سوال نمبر (4): ایک شخص دوسری رکعت میں امام کے ساتھ شامل ہوا۔ امام نے نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کیا تو کیا یہ شخص جس نے ابھی ایک رکعت امام کے فارغ ہو جانے کے بعد ادا کرنی ہے، سجدۂ سہو کا سلام امام اور دیگر مقتدیوں کے ساتھ پھیرے گا یا نہیں؟ محمد ناصر، جھنگ

جواب: مسبوق (ایسا نمازی جس کی جماعت میں شرکت سے قبل امام کم از کم ایک رکعت ادا کر چکا ہو) سجدۂ سہو میں تو امام کے ساتھ اتباع کرے گا، لیکن سجدۂ کا سلام نہیں پھیرے گا۔

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبد القدیر	(چشتیاں)	حضرت سید مطلوب علی زیدی	(لاہور)
حضرت مولانا مفتی عبد الغنی قاسمی	(لاہور)	حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف	(سعودی عرب)
حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن	(نوشہرہ)	حضرت مولانا محمد اشرف اثر	(حیدر آباد)
حضرت مولانا صاحبزادہ عبد القادر دین پوری	(بہاولنگر)	حضرت ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی	(سکھر)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد	(ڈیرہ اسماعیل خان)	حضرت حاجی محمد بلال بلوچ	(قاضی احمد)
		محترم ڈاکٹر عبد الرحمٰن راؤ	(سرگودھا)
		محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی	(کراچی)
حضرت مولانا عبد اللہ عابد سندھی	(شکار پور)		
حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر تاج افسر	(اسلام آباد)		
حضرت مولانا محمد ناصر عبد العزیز	(جھنگ)		
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف	(حسن ابدال)		
حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ	(کوئٹہ)		
محترم سید خالد ریاض بخاری	(سعودی عرب)		
محترم قاری محمد ایاز جدون	(مانسہرہ)		

پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کر دیا جاتا ہے۔
ممبر شپ کی رقومات کی ترسیل بنام
’’رحیمیہ لاہور‘‘ میزان بینک قرطبہ چوک برانچ لاہور
اکاؤنٹ نمبر: 0219-0100328009 پر کریں!

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبد الخالق آزاد طابع و ناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ’’رحیمیہ‘‘ رحیمیہ ہاؤس
33/A کوئینز روڈ، لاہور سے جاری کیا۔